# اسلام کی اجنبیت اور دینی مدارس

## ''دینی مدارس اور علماء پر فرنگی سامراج کے ظلم و ستم کی داستان''

## حضرت امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا تاریخ ساز خطاب

''دینی درس گاہ'' خان گڑھ ضلع مظفر گڑھ کے جلسہ منعقدہ ۱۹۵۵ء میں
حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا تاریخ ساز خطاب''

حضرات! کافی عرصہ کے بعد آج مجھے یہاں حاضری کا موقع ملا ہے، کبھی اسی قصبے (خان گڑھ) (۱) میں رہائش اختیار کیے تھا۔ یہاں تباہ کن سیلاب آنے کے بعد ملتان جانا پڑا، (۲) دربدری میری قسمت میں لکھی ہوئی ہے، کبھی یہاں کبھی وہاں، کبھی امرتسر، کبھی خانگڑھ، کبھی ملتان، کبھی ریل اور کبھی جیل ......اب بیمار ہوں، فالج زدہ ہوں، آج آپ کے سامنے بیٹھ کر تقریر کر رہا ہوں، دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے کھڑے ہو کر تقریر کرنے کے قابل بنا دے (آمین)

حضراتِ گرامی! یہ ایک دینی مدرسے کا جلسہ ہے، یہ دینی مدارس ہندوستان میں قدیم سے چلے آ رہے ہیں۔ ۱۸۵۷ء کے بعد جب یہاں پر فرنگی سامراج نے اپنی گرفت مضبوط کر کے دین اسلام کا نام لینے والوں پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا، دینی مدارس کے ذرائع ختم کر دیے گئے تو علماء نے مجبور ہو کر لوگوں سے چندہ مانگنا شروع کیا ورنہ مغلیہ سلطنت میں علم و فضل کی بڑی قدر و منزلت تھی، دینی مدارس کے نام پر بڑی جاگیریں تھیں، علماء بادشاہوں کے درباروں میں جا کر دینی کاموں کی خاطر چندہ نہیں مانگتے تھے، بلکہ بادشاہ خود دربار میں آ کر ان علماء اور دینی اداروں کو مالی امداد دینے کا اعلان کیا کرتے تھے۔

یہ ناگفتنی صورت اس وقت پیدا ہوئی جب انگریز کا منحوس قدم اس سرزمین میں آیا، اس نے آتے ہی مدرسے بند کر دیے، علم و آگہی کے دروازوں پر قفل لگا دیے گئے، علماء کرام کو تختۂ دار پر لٹکا دیا گیا، ان سے جیل خانے بھر دیے گئے، علماء کو کالا پانی اور عبور دریائے شور کی سزائیں دی گئیں، نادر و نایاب کتب خانے نذر آتش کر دیے گئے، کوئی کتاب رہنے دی گئی اور نہ کوئی کتب خانہ باقی چھوڑا۔ ان دنوں علماء کرام نے حافظے کی بنیاد پر نئے سرے سے کتابیں لکھیں۔

---

(۱)　قیام پاکستان کے موقع پر حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ امرتسر سے ہجرت کر کے دفتر مجلس احرارِ اسلام لاہور تشریف لائے، چند ماہ بعد ضلع مظفر گڑھ کے قصبہ خان گڑھ میں معروف قومی رہنما نوابزادہ نصر اللہ خاں کی دعوت پر ان کے ہاں مقیم ہوئے۔

(۲)　۱۹۴۸ء میں خان گڑھ میں سیلاب آ گیا تو ملتان تشریف لے آئے۔ ۲۱/اگست ۱۹۶۱ء کو ملتان میں ہی آپ کا انتقال ہوا اور جلال باقری قبرستان ملتان میں آسودۂ خاک ہو گئے۔

## دینی مدارس کی جگہ سکول کالج:

حضراتِ محترم! میں کس کس کو یہ قصہ سناؤں، اور کس کس کے سامنے یہ داستانِ غم بیان کروں کہ فرنگی سامراج نے سرزمین ہند میں قدم رکھتے ہی دین و مذہب کے نام لیوا اور اسلام کے ساتھ عقیدہ و وابستگی رکھنے والوں کا کیا حشر کیا؟ ان کے مکانات ضبط اور ان کے مدارس بند کر دیے گئے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی نے ان دینی تعلیم گاہوں کی جگہ انگریزی سکول اور کالج قائم کر دیے۔

آپ یہ سن کر حیران ہوں کہ روہیل کھنڈ میں دس ہزار اور بنگال میں اسی ہزار مدارس موجود تھے، جن میں قال اللہ وقال الرسول کا درس جاری تھا۔ انھی کی بدولت بے شمار ہندو اور دوسرے غیر مسلم حلقہ بگوش اسلام ہوئے، یا وہ عقیدۃً اسلام اور مسلمانوں کے قریب آئے اور ان سے مانوس ہوئے۔

نیز یہ بھی ہوا کہ غریب کے بچے تو دین کی جانب ہوئے اور بڑے بڑے سرمایہ داروں، وڈیروں، امیروں اور جاگیر داروں کی اولاد سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں داخل ہو کر انگریزی تعلیم سے بہرہ ور ہوتی اور فرنگی کی تہذیب و معاشرت اختیار کرنے لگی، کیونکہ انھیں اس بات کا یقین دلایا گیا تھا کہ ملازمت اور بڑے بڑے عہدے ملیں گے، لیکن اس کے مقابلے میں دینی مدرسے کا فارغ التحصیل عالم دین نان جویں کا محتاج، اور اس کے لیے ملازمت کے دروازے بند، سکولوں اور کالجوں میں تعلیم یافتہ معاشرے میں معزز، اس کے لیے کرسی حاضر، لیکن دینی اور اسلامی مدرسے میں تعلیم پانے والے ایک جلیل القدر، عالم، محدث اور فقیہ کا کوئی اعزاز نہیں۔ سکولوں کالجوں اور یونیورسٹیوں کو سرکاری امداد ملے۔ ملازمت ملے، نوکر چاکر ملیں، جاگیریں عطا ہوں، لیکن اسلامی مدرسے ضبط اور مدرسین جیل خانوں میں جکڑے ہوئے ہوں، تختہ دار پر اُن کی گردنیں کھنچوا دیں جائیں، ان کے بال بچوں کو در بدر ٹھوکریں اور جگہ جگہ دھتکار......

یہ تباہی کون لایا؟

سامعین......(انگریز)

حضرت امیر شریعت نے گرج دار آواز اور پر جوش لہجے میں فرمایا:

نہیں نہیں......صرف انگریز ہی نہیں اُس کی ذُرِّیت (اولاد) بھی اس میں برابر کی شریک ہے، اور تباہی کا سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ یاد رکھو! جب تک انگریزی نظامِ تعلیم، انگریزی تہذیب و تمدن اور فرنگی سامراج کے ایک ایک نقش قدم کو مٹا نہیں دیا جاتا تباہی و بربادی کا یہ سلسلہ ختم نہیں ہوسکتا۔

## دینی تعلیم کی شمعیں:

حضراتِ محترم! انگریز حکمرانوں اور فرنگی سامراج کے ان اسلام دشمن اقدامات اور ان کی مسلم کش سرگرمیوں کے سدّ باب کے لیے علماء کرام نے ہر محاذ پر مورچہ بندی کی، سیاسی، تعلیمی، معاشی اور معاشرتی ہر محاذ اور ہر مرحلے میں اپنی خدمات پیش کیں، ہر جگہ ان کا مقابلہ کیا۔ آفرین ہے ان مقابلہ کرنے والوں پر، کیسے کیسے بہادر، ماں کے لال سامنے آئے۔

علماء نے سوچا انگریزی تعلیم کے مقابلے میں دینی تعلیم کی شمعیں روشن کی جائیں، چنانچہ اس برصغیر میں جگہ جگہ دینی مدرسے قائم کرنے کی بنیاد ڈالی گئی۔ اور مدرسہ چلانے کے لیے لوگوں سے چندہ وصول کرنے پر مجبور ہوئے، کہ لوگوں سے مانگ کر ان بچوں کو کھلاؤ، پہناؤ اور پڑھاؤ

خوشا مسجد و مدرسہ و خانقاہے
کہ در وے بود قیل و قال محمد

ان بزرگوں کا مقصد یہ تھا کہ دین اسلام کی تعلیم کو فروغ ملے، اسلام کے صحیح عقائد ونظریات کا تحفظ ہو، تعلیم اسلام کی خاطر ہو، روپے کی خاطر نہ ہو۔ آج انگریزی تعلیم کے حصول کا مقصد صرف جلبِ زر اور دنیا ہے ہاں اگر کوئی انگریزی زبان اس مقصد کے لیے سیکھتا ہے کہ اس کے ذریعے دین اسلام کی تبلیغ ہوگی تو یہ بھی دینی تعلیم شمار ہوگی۔

**اسلام کیسے پھیلا؟:**

حضرت امیر شریعت نے اپنے سلسلۂ خطاب جاری رکھتے ہوئے فرمایا: آج آپ دفاتر میں چلے جایئے، کچہریوں، پولیس سٹیشنوں، دیوانی اور فوج داری محکموں غرضیکہ کسی جگہ بھی جایئے وہاں آپ کو دین اسلام کی جھلک نظر نہیں آئے گی۔ ان اداروں میں کسی جگہ بھی اسلامی قانون اور اسلامی ضابطۂ حیات نظر نہیں آتا۔ ہر شعبہ زندگی سے اسلام رخصت ہوتا دکھائی دے رہا ہے۔

سید المرسلین وخاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ ہے:

بَدَأَ الْاِسْلَامُ غَرِیْبًا وَسَیَعُوْدُ کَمَا بَدَأَ فَطُوْبٰی لِلْغُرَبَاءِ. (اوکما قال علیہ السلام)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے اسلام کا آغاز ایک اجنبی اور غریب کی حیثیت میں ہوا تھا اور اس پر ایک ایسا وقت پھر آجائے گا کہ معاشرے میں اجنبی اور غریب حیثیت اختیار کر جائے گا۔ پس خوشخبری ہے ان لوگوں کے لیے جو ایسے حالات میں اسلام پر عمل پیرا ہو کر اجنبی اور غریب حیثیت میں زندگی بسر کر رہے ہوں گے۔

حدیث مبارکہ کی روشنی میں دیکھا جائے تو اسلام کو زیادہ تر غریب اور بے وسیلہ لوگوں نے ہی سینے سے لگایا ہے، اور زندگی کے ہر دور میں دینی طبقہ ہی ہمیشہ اجنبی اور غریب سمجھا گیا ہے، پھر اسلام کو انھی مفلوک الحال اور غریب لوگوں ہی کے اخلاق حسنہ اور ان کے حسن کردار وعمل سے فروغ اور تقویت ملی ہے۔

اسلام کا ظہور بھی تاریخ عالم کا منفرد واقعہ اور نبی علیہ السلام کا معجزہ ہے۔ اسلام آیا تو اس کو اپنے گھر (مکہ مکرمہ) میں بھی جگہ نہ ملی۔ کفار ومشرکین نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم کو مدینہ منورہ ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا۔

پھر آہستہ آہستہ اسلام پھیلا، اس کا پیغام گھروں میں پہنچا، دلوں میں اتر گیا، تجارت ومعیشت میں آیا، ترازو پہ قائم ہوا، اور رفتہ رفتہ زندگی کے تمام شعبوں میں چھا گیا۔

پھر مکہ مکرمہ فتح ہوا، مشرکین شکست وہزیمت سے دوچار ہوئے اور اپنے ہی گھر سے نکالے ہوئے اسلام کو انہوں نے قبول کر لیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اخلاق کریمانہ ان کے رگ وپے میں رچ بس گیا اور وہی لوگ اُمت کی

ہدایت کا ذریعہ بن گئے۔آج تنزلی کا دور ہے، دم واپسی ہے، ہمیں پیچھے کی طرف لوٹنا ہوگا، اپنا ذہنی، فکری اور اعتقادی سفر مکہ و مدینہ کی طرف ہی کرنا ہوگا۔

اسلام صرف تلوار کے زور، بندوق اور توپ و تفنگ کے خوف سے اور قوت و طاقت کے مظاہرے سے ہی نہیں بلکہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی دعوت و تبلیغ، جہاد، اجلے کردار و اخلاص اور جانی و مالی قربانی سے پھیلا ہے۔صُفّہ کے مدرسہ اور بدر و اُحد کے میدانوں نے مل کر اسلام کو پھیلایا اور قوت بخشی۔اللہ والوں اور اللہ کے برگزیدہ بندوں کے حسنِ اخلاق، ان کے پاکیزہ کردار اور علماء و اولیاء کی نگاہِ فیض رساں سے، حضرت خواجہ باقی باللہ، حضرت مجدد الف ثانی، حضرت خواجہ معین الدین چشتی، سلطان الہند حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء، حضرت خواجہ بختیار کاکی، حضرت شاہ عبدالرحیم محدث دہلوی، حضرت شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالقادر، شاہ عبدالعزیز، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا محمد قاسم نانوتوی، شیخ الہند مولانا محمود حسن، علامہ محمد انور شاہ کشمیری، رحمھم اللہ اجمعین کی دعوت و تبلیغ، اتباعِ سنت، صبر و استقامت اور جہد و ایثار سے دین پھیلا۔سبحان اللہ! کیسے کیسے جلیل القدر محدث، عالم، فقیہ، اور صوفیاء ہوگزرے ہیں، یہی وہ بزرگانِ دین اور اللہ کے نیک بندے تھے جن کے شب و روز اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں بسر ہوتے تھے۔ان بزرگوں نے کیا کیا خدمات انجام دیں اور کتنے عظیم الشان کارنامے انجام دیے، ان کے احوال و واقعات ان مدرسہ والوں سے پوچھو، ان گدڑی پوشوں اور خانقاہ نشینوں سے معلوم کرو......انگریزی تعلیم کے دلدادہ اور فرنگی تہذیب سے آراستہ دنیادار کیا جانیں۔

پتہ، پتہ، بوٹا، بوٹا حال ہمارا جانے ہے
جانے نہ جانے گُل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نے اپنے ایک مضمون میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر ۹۸ لاکھ ہندوؤں نے کلمۂ حق پڑھا اور حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے، حضرت خواجہ فرید الدین مسعودؒ پاکپتن والوں کے ہاتھ پر روزانہ دو سو غیر مسلم اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل کیا کرتے تھے، اس جگہ کا نام ''اجودھن'' تھا مگر جب یہاں پر اللہ والا آیا تو پاکپتن ہوگیا۔یہ اولیاء کرام جہاں کہیں مسند نشین ہوئے اپنے گرد و پیش کو منور کرتے گئے اور اسلامی تعلیمات کے چراغ روشن کرتے رہے۔

حضرت علی بن عثمان ہجویری (داتا گنج بخش) معلم بھی تھے، مدرس بھی تھے اور مُزکّی بھی، لوگوں کا تزکیۂ نفس کرنے والے۔یہی وہ بزرگانِ دین تھے جن کی بدولت آج ہم لوگ مسلمان ہوئے ورنہ یہ انگریز اور یہ غیر مسلم تو لے ڈوبے تھے ہمیں۔

**علماءِ کرام کی خدمات اور تحفظِ اسلام کے یہ مراکز:**

میں تفصیلات میں جانا نہیں چاہتا کہ سرزمینِ ہند میں علماءِ کرام کو کن قیامت خیز حالات سے گزرنا پڑا ہے، انھوں نے کیسے کیسے کٹھن مراحل طے کیے ہیں۔بایں ہمہ انھوں نے اسی بے کسی اور بے بسی کے عالم میں سوچا کہ فرنگی کے بنائے ہوئے سکولوں، کالجوں سے دین رخصت ہو رہا ہے، چنانچہ دین کے تحفظ کے لیے انھوں نے چٹیل میدانوں اور ویرانوں میں خیمے نصب کیے اور شامیانے تان کر قال اللہ و قال الرسول کا سلسلہ شروع کیا۔بحمد اللہ اسی نہج پر مدارس عربیہ اور دینی

جماعتوں کی کوششیں اب بھی جاری ہیں۔ بہرحال دین اسلام انھی بزرگوں کے ذریعے اور واسطے سے ہم تک پہنچا۔ یہ مدارس قرآن کریم کی تعلیمات کے مراکز ہیں، کفر اور طاغوتی طاقتوں کے خلاف یہ مضبوط بند اور اسلام کے قلعے ہیں۔ آج کی بات نہیں میرے نانا سید المرسلین و خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں جب پہلا مدرسہ قائم کیا تو اس درس گاہ کے طالب علموں میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نظر آتے ہیں، حضرت ابی ذر غِفاری رضی اللہ عنہ دکھائی دیتے ہیں، بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کرام، جن کے علم و فضل، جن کے تقویٰ و دیانت، جن کی شرافت، جن کی حیا، جن کی پاک دامنی، جن کی شرافت اور جن کی عزت و عظمت کی اللہ نے گواہی دی ہے۔

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَ لَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ. (النور، آیت: ۳۷)

وہ لوگ دنیا کے بندے، مردار کے طالب، زر اور زمین کے خواہش مند نہ تھے۔ بلکہ ان کے شب و روز صرف اللہ کے ذکر و فکر میں صرف ہوتے تھے، وہ تلوار کی دھار اور تعداد پر نہیں بلکہ اللہ وحدہ لاشریک کی ذات پر بھروسہ کرنے والے تھے وہ اپنے اندر قوت ایمانی کی افزائش کے لیے سرگرم عمل رہا کرتے تھے، یہ لوگ، یہ پاکباز شخصیات اور یہ متقی لوگ اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونۂ عمل تھے۔ حسنِ اخلاق و کردار کی مشعل تھے۔ ان کے ہاتھ، ان کے پاؤں، ان کی زبانیں اور ان کے قدم اللہ احکم الحاکمین کے حکم اور اس کے ارشاد کے بغیر ہرگز نہ اٹھتے تھے۔ تلوار کا وار بھی اسی جگہ ہوتا تھا جہاں حکم ہوتا تھا ورنہ گردن کے قریب گئی ہوئی تلوار کون روک سکتا ہے...... ترازو کی مٹھی پر ان کا ایسا کنٹرول تھا کہ وہاں کم تولنے اور فریب دینے کا تصور بھی موجود نہیں تھا، سرزمین مقدس میں اس کے اثرات آج بھی ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں، ان کی صلح اور جنگ ان کی اپنی خواہشات، ان کے اپنے منصوبوں کی مرہون نہیں بلکہ اللہ اور اس کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام و قوانین کے مطابق تھی۔ یہ انھی بزرگوں کا فیض ہے کہ اسلام سرزمین مقدس سے اس علاقے اور اس سرزمین ہند تک پہنچا ہے۔

### موتیوں کے تاجر، اسلام کے مبلّغ:

ہندوستان میں اگرچہ اسلام اور مسلمانوں کو وسعت محمد بن قاسمؒ اور ان کے ساتھیوں کی آمد سے ملی ہے۔ لیکن اسلام کی روشنی سے یہ علاقہ پہلے ہی منور ہو چکا تھا۔ یہاں جب موتیوں کے عرب تاجر آئے تو یہاں کے ہندو اور دوسرے غیرمسلموں نے اُن کے حسنِ اخلاق، ان کے پاکیزہ کردار، تجارت میں اُن کی صداقت، ان کی دیانت، معاملات میں ان کے سچے اور کھرے پن، ان کے سادہ لباس، ان کی حیاء و شرافت، ان کی سج دھج، ان کی عبادت، ان کی نیکی اور اُن کے تقویٰ و پرہیزگاری کا بہت قریب سے مشاہدہ کیا تو ان غیرمسلموں کے دلوں پر ان کی عظمت کا سکّہ بیٹھ گیا۔ ان کے نورانی چہروں سے صداقت اسلام کی کرنیں پھوٹتی نظر آنے لگیں، ان کے میٹھے بول اور پورے تول نے لوگوں کی کایا پلٹ رکھ دی، وہ جہاں سے گزرتے لوگوں کی حیرت زدہ آنکھیں اُن کا دور دور تک پیچھا کرتی تھیں۔

لوگ ایک دوسرے سے پوچھتے یہ کون لوگ ہیں؟ کہاں سے آئے ہیں؟ یہ تو فرشتے دکھائی دیتے ہیں، ان کا رنگ ڈھنگ، ان کی چال ڈھال نرالی تھی۔ ان کا پیکرِ جمیل سب کی نگاہوں کا مرکز ہوتا تھا۔ ان کا چلنا پھرنا، ان کی نشست و برخاست، ان کی بول چال، سب کچھ اسلام ہی کا مظہر تھا۔ وہ جدھر نکل جاتے اسلامی تعلیمات کے چراغ روشن کرتے چلے

جاتے اور کفر وشرک کی ظلمتوں کے ڈیرے بُقعۂ نور بن جاتے۔

احسان دانش نے کیا خوب کہا ہے، یہ ایک شعر ہی اس کی مغفرت کے لیے کافی ہے:

جہاں قدم نہیں پڑے وہیں ہے رات آج تک
وہیں وہیں سحر ہوئی جہاں جہاں گزر گیا

آپ سندھ میں جا کر دیکھو اور وہاں کے تہذیب و معاشرت کا جائزہ لو۔ جگہ جگہ اور قدم قدم پر اسلامی تعلیم وتہذیب کے نقوش نظر آئیں گے۔ سندھی زبان کا رسم الخط عربی ہے، عام پہناوا عربوں کے لباس سے ملتا جلتا ہے۔ محرابی شکل میں ٹوپی کی ساخت، یہ سب کچھ تلوار کے زور سے نہیں بلکہ یہ محبت، اخلاق اور پیار کے مظاہرے ہیں۔ ظالموں اور جابروں کے اُٹھ جانے کے بعد ان کے ساتھ محبت والفت کے رشتے استوار نہیں ہوتے۔ ان کی تہذیبی وتمدنی یادیں قائم نہیں رکھی جاتیں۔ یہ ایک تاریخی صداقت ہے کہ فاتح سندھ محمد بن قاسمؒ کی واپسی کے بعد ایک مدت تک یہاں کے ہندوان کی مورتی بنا کر اور ایک دیوتا کی حیثیت دے کر اسے پوجتے رہے۔ یہ جبر واکراہ نہیں بلکہ محبت اور تعلق خاطر کے مظاہرے ہیں۔ اس سرزمین میں دین اسلام کی نشر واشاعت انھی مدارس، دینی تعلیم گاہوں، علماء واولیاء کے ہاتھوں انھی کے ذریعے اور اسی راستے سے ہوئی ہے۔ مظفر گڑھ سے لے کر ملتان، لاہور، حتٰی کہ دہلی تک کے مدارس عربیہ انھی بزرگوں کے نقش قدم اور انھی کی یادگاریں ہیں۔

از صد سخن پیرم یک نکتہ مرا یاد است
عالم نشود ویراں تا میکدہ آباد است

## کلامِ الٰہی اور کلامِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں امتیاز:

حضرت امیر شریعت نے اپنا سلسلۂ خطاب جاری رکھتے ہوئے فرمایا:

اسلام کی تعلیمات میں دو باتوں کا فرق اور امتیاز قائم رکھنا ضروری ہے، قرآن کریم خداوند قدوس کا کلام ہے اور حدیث حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام۔ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات اور قرآن اللہ کی بات

سیپارۂ کلامِ الٰہی خدا گواہ　　آں ہم عبارتے ز زبانِ محمد است
نازد بنامِ پاک محمد ﷺ کلامِ پاک　　نازم بآں کلام کہ جانِ محمد ﷺ است (۱)

یہ تو کمال رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے پڑھتے خود ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ جس کی زبان مبارک سے کلام سرزد ہو وہ یہ اعلان کرے کہ میرا نہیں میرے اللہ کا کلام ہے یہ آپ کی دیانت وامانت کا کمال ہے، اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم وحیِ الٰہی کی بابت یہ نہ فرماتے کہ یہ میرے اللہ کا کلام ہے تو قسم ہے اللہ کی، قریش مکّہ آپ کے قدم چومتے اور دنیا کو فخریہ طور سے یہ بتایا کرتے کہ خاندانِ قریش میں ایک ایسا عظیم المرتبہ شاعر پیدا ہوا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دیانت وامانت کا کمال دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کو کلامِ الٰہی اور اپنی بات کو اپنی، واضح

(۱)　فارسی کے یہ نعتیہ اشعار حضرت امیر شریعتؒ کے اپنے ہیں۔ جو آپ نے ۱۹۴۴ء میں لاہور کے ایک جلسہ میں شرکت کی غرض سے امرتسر لاہور آتے ہوئے دورانِ سفر کہے تھے اور جلسہ عام میں سنائے تھے۔

کر کے بیان کرتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کا اپنے اس آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے محبوب کی ذات پر لطف و کرم ملاحظہ کیجیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو ان کا اپنا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اُن کا نطق، ان کا بولنا، ان کا کلام کرنا، میرا کلام کرنا ہے۔

پھر امیر شریعتؒ نے لحنِ داوٗدی میں نہایت سحر آفرین لہجے میں یہ آیت کریمہ کی تلاوت کی:

وَ مَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوحٰی. (النجم، آیت:۴)

میرے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جانب اور اپنی خواہش سے کوئی بات نہیں کرتے بلکہ ان کا بولنا، ان کا گفتگو کرنا، ان کا کلام سنانا، میری طرف سے اور میرے حکم کے مطابق ہوتا ہے، وہ وہی بولتے ہیں جو میں بلواتا ہوں۔

گفتہ او گفتۂ اللہ بود

ہر چہ از حلقوم عبداللہ بود

قرآن کریم کی اس آیت کریمہ کا میں اس طرح ترجمہ بیان کیا کرتا ہوں وَ مَا یَنْطِقُ یعنی وہ لب نہیں ہلاتے اپنی جانب سے، اپنی خواہش سے گفتگو اور کلام کرنا تو اگلی بات ہے گفتگو کے لیے لب کشائی بھی اسی اللہ کے حکم کے مطابق ہوتی ہے۔

دیکھئے...... میں تقریر کر رہا ہوں۔ اگر کوئی میرے دونوں لب، یہ دونوں ہونٹ پکڑ لے تو کیا مجھ میں بولنے، گفتگو کرنے، بات کہنے کی سکت رہ سکتی ہے۔

سامعین......نہیں۔

## اعتراض کس پر؟

حضرت امیر شریعت نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نطق......اور قرآن کریم کی آیت وَ مَا یَنْطِقُ کی تشریح وتفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے موقع پر جب خاتم الانبیاء ورسل صلی اللہ علیہ وسلم نے قَبِلْتُ کہا تھا کیا یہ نطق اللہ کے حکم سے نہیں تھا؟

او! بزرگوں کی توہین کرنے والو! میں تو ہنر بیان کرنے والا ہوں، عیب جوئی کو سخت گناہ سمجھتا ہوں، تم اعتراض کرتے ہو اس پر کہ اُم المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو نکاح میں قبول کیوں کیا؟ اس موقع پر قَبِلْتُ کیوں کہا؟ یہ نطق، یہ لب کشائی، یہ قبول کرنا اسی وقت ہوا جب میرے اللہ کا حکم ہوا...... کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم قَبِلْتُ کہہ دو......

وَ مَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوحٰی.

اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا تو قبول کرنے کے لیے لب ہلائے گئے حکم نہ ہوتا تو نطق ممکن نہیں تھا۔

اعتراض کرنے والوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات پر نکتہ چینی اور عیب جوئی کرنے کی گستاخانہ جسارت کرنے والوں کو سمجھنا چاہیے کہ (نعوذ باللہ) وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نہیں......اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس پر اعتراض کر رہے ہیں۔ پچھلے دنوں مطالعہ کے دوران ایک روایت نگاہ سے گزری، امیر المؤمنین سیدنا علی اور سیدنا حسن وحسین رضی

اللہ عنہم کی روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے گھر آنا جانا سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوتا تھا، كَانَ مَاذُوْنًا ...... یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے اذن، اس کی اجازت اور اس کے حکموں کے پابند تھے۔

اعتراض کرنے والو! عقل سے کام لو! اعتراض کرتے وقت سوچ لو کس پر کر رہے ہو۔ اور اس کی زد میں کون کون آتا ہے؟ دوسروں کی عیب جوئی شریف آدمی کا کام نہیں۔

شیخ سعدیؒ نے اس نکتہ کو کیا خوب واضح کیا ہے:

مرا پیر دانائے مرشد شہاب　　دو انداز فرمود بر روئے آب
یکے آں کہ بر غیر بد بیں مباش　　دگر آں کہ بر خویش خود بیں مباش

**مسلمانوں کا دورِ انحطاط:**

حضرت امیر شریعت نے نہایت پرسوز انداز میں مسلمانوں کے زوال و انحطاط زندگی کے تمام دائروں سے اسلامی تعلیمات کے اخراج، دین اسلام سے بے رخی، مدارس عربیہ اور مذہبی جماعتوں کی کسمپرسی بیان کرتے ہوئے فرمایا:

حضرات محترم! میں اس سرزمین میں اسلام کی آمد، اس کی وسعت و ہمہ گیری اور مسلمانوں کے عروج و ترقی کے احوال و واقعات بیان کر رہا تھا، مگر اب یوں محسوس ہو رہا ہے گویا اسلام رفتہ رفتہ واپس ہو رہا ہے، ہماری زندگی کا ایک ایک دائرہ اسلام کی پاکیزہ تعلیمات سے خالی ہوتا جا رہا ہے۔

میرے آقا و مولیٰ حضور سید المرسلین و خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ ابی و اُمّی) نے ارشاد فرمایا ہے:

بَدَأَ الْإِسْلَامُ غَرِيبًا وَ سَيَعُوْدُ كَمَا بَدَأَ فَطُوْبٰى لِلْغُرَبَاءِ. (اوکما قال علیہ السلام)

اسلام کا ایک اجنبی، ایک مسافر، ایک غریب کی حیثیت سے آغاز ہوا تھا اور عنقریب اس پر پھر وہی دور آجائے کہ زندگی کے تمام دائروں میں اس کی حیثیت ایک اجنبی، ایک مسافر، ایک رہ نورد، ایک غریب و مسکین کی ہو جائے گی، ہر جگہ، ہر مقام پر اسے اجنبی سمجھا جائے گا۔ لوگوں کے سامنے جب اسلام پیش کیا جائے گا، اس کی تعلیمات کا تذکرہ ہوگا تو لوگ کہیں گے، کس اسلام کی بات کرتے ہو؟ اسلام ہے کیا؟ اسلام ہے کہاں؟ اب دیکھ لیجیے! کہ اسلام کو اجنبی، مسافر اور غریب کا مقام دیا جا رہا ہے۔ جس طرح مسافر اپنے گھر کی جانب لوٹتا ہے اسی طرح اب یوں محسوس ہو رہا ہے کہ اسلام اپنے مرکز کی طرف لوٹ رہا ہے، مسافرت کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت امیر شریعتؒ نے ایک دوسری حدیث مبارکہ کا حوالہ دیا۔

كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ. (مشکوٰۃ شریف، ص:۱۳۹)

ترجمہ:　دنیا میں ایسے رہ جیسا کہ اجنبی یا رہ گزر۔

کہ دنیا میں اس طرح زندگی گزارو جیسے ایک مسافر، کہ ہمہ وقت اس کا دھیان اپنے گھر کی جانب لوٹنے پر مرکوز رہتا ہے، اسی طرح ہر انسان کو ہر وقت آخرت کی فکر رکھنی چاہیے، تو یہاں پر اسلام کی مسافرت، اس کی اجنبیت کا معنیٰ یہ ہے کہ رفتہ رفتہ اسلام اور اس کی تعلیمات انسانی زندگی کے تمام گوشوں، اس کے تمام پہلوؤں سے نکل جائے گا اور ہر مقام پر اسے اجنبی سمجھا جائے گا۔

حضرت امیر شریعت نے گرج دار آواز اور پر جوش لہجے میں فرمایا:

خان گڑھ اور مظفر گڑھ والو، سن لو! اور سوچو!

دورِ حاضر میں غیروں کا نہیں خود اپنوں کا اسلام کے ساتھ کیا سلوک ہے؟ فرزندانِ اسلام کی زندگیوں میں اسلام کو کیا قبولیت اور کیا مقام حاصل ہے؟ ہماری کچہریوں، وزارت وصدارت کی کرسیوں، ہماری شادیوں، ہماری اولادوں، ہماری بہو بیٹیوں، عورتوں، مردوں غرضیکہ کہ ہماری زندگی کے تمام مراحل میں، تمام پہلوؤں میں کیا اسلام کی جھلک نظر آتی ہے؟

کوئی روشنی؟ کوئی چنگاری؟ میں تو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے کی کوشش کرتا ہوں کہیں سے کوئی چمک دکھائی دے۔ لے دے کہ یہ مُلّا لوگ، یہ مصلّٰی نشین، یہ مدرسہ والے قال اللہ تعالیٰ وقال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پھونکوں سے اس چنگاری کو روشن کرنے اور اس ٹمٹماتے چراغ کی لَو بلند رکھنے کی کوششوں میں سرگرم عمل دکھائی دیتے ہیں، انہیں دیکھ کر کچھ اطمینان ہوتا ہے۔

پارسایاں ہمہ نازند بہ زہد و طاعت

یک ندیم است کہ بردامن ترمی نازد

## دینی مدارس اور اللہ پر توکل:

آج کے عہد میں دینی مدارس اسلام کے قلعے ہیں اور علماء دین کے سپاہی۔ جو بہر حال قال اللہ وقال الرسول کی صدائے حق بلند کرنے میں مشغول ہیں۔ اگر کچھ روایات زندہ و باقی ہیں تو انھی مدارسِ عربیہ میں ہیں۔ جو لوگ دین کا کام کرنا چاہتے ہیں۔ وہ ان مدارس کو مضبوط سے مضبوط تر بنائیں اور ایسی جماعت تیار کریں جس کا وجود اسلام کی ترقی و استحکام کا ذریعہ بن جائے۔ یہ مدارس اسلام کی لہلہاتی کھیتیاں ہیں جو لوگ ان کھیتیوں کو ویران کرنا چاہتے ہیں وہ اسلام کے دشمن ہیں۔ علماء کو ان دین دشمنوں کے وسائل پر بھروسہ کرنے کی بجائے اللہ کی طاقت وقدرت اور اس کے بے پناہ خزانوں پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ بالکل اسی طرح جیسے ہمارے اسلاف نے اللہ کے ماسوا سب کو نظر انداز کر کے کامیابیاں حاصل کیں۔ اللہ جل شانہٗ کی ذاتِ اقدس پر توکل ہی ہماری بقاء اور دشمن کی بربادی کی یقینی ضمانت ہے۔

اے! طالب علمو، استادو! علماء ومفتیانِ کرام!

فکر نہ کرو...... اپنا کام، اپنی جدوجہد جاری رکھو! کوئی بات نہیں، ہوا کیا؟ آج اگر یہ بازار مندا ہے، سرد ہے، کبھی تو پھر گرم ہوگا، اس اُجڑے گلشن میں ضرور بہار آئے گی، کلیاں اور پھول مہکیں گے، اسلام کو اور مسلمانوں کو اسی طرح پھر عروج اور ترقی ملے گی، بایں ہمہ، اسلام کی اس مسافرت کے دور میں بھی...... اسلام کہیں مہمان نظر آتا ہے تو ان علماء کرام، ان مولویوں، ان مدرسوں دین کے ان طالب علموں، واعظوں، اسلام کے ان مبلغوں کے ہاں ہی دکھائی دیتا ہے۔ جیسا کیسا بھی ہے، یہ لوگ سینے سے لگائے ہوئے ہیں۔ اللہ وہ دن لائے کہ اسلام مسافر اور اجنبی کی حیثیت سے نہیں بلکہ تمام دائروں، تمام گوشوں اور اس کے تمام پہلوؤں میں حکمرانی کرتا ہوا نظر آئے، مسافر نہیں، مہمان اور اجنبی نہیں بلکہ مالک، غالب، اور ہر جگہ محبوب ومتعارف دکھائی دے۔

## انبیاء کرام علیہم السلام کمالِ فکر وتدبر اور شعور کے مالک:

دورِ حاضر میں لوگ فکر وتدبر کی بات کرتے ہیں، سوچ سمجھ کا تذکرہ کرتے ہیں، میں علماء کرام صوفیاء عظام،

بزرگوں اور ولیوں کا ادنیٰ کفش بردار ہوں، یہ لوگ فکر و تدبر والے ہوتے ہیں، لیکن میرا عقیدہ سن لو! کائنات انسانی میں سب سے بڑی سوچ، سب سے بڑی سمجھ اور کمال فکر و تدبر والی ذات نبی اور رسول کی ہوا کرتی ہے، نبی اگرچہ اُمّی ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ کمال علم و شعور، فکر و آگہی کا سب سے بڑا مرکز و محور ہوتا ہے۔

ایک مرتبہ میں نے اپنے پیر و مرشد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ سے انبیاء و رسل کے مرتبہ کی بابت دریافت کیا، تو آپ نے فرمایا:

’’اجی شاہ صاحب! یہ بھی کوئی مرتبہ ہے کہ چوبیس گھنٹے رہے بادشاہ کے دربار میں، نہ کہیں جائے نہ کسی سے بات کرے، مرتبہ تو یہ ہے کہ خالق و مالک اسے خود سکھائے، خود تعلیم دے، خود پڑھائے، اس کی خود تربیت کرے اور پھر اسے نمائندہ بنا کر لوگوں کی طرف مبعوث کرے۔ اور فرمائے۔ کہ جاؤ میرے ان بندوں کو بھی سکھاؤ۔‘‘

اس موقع پر حضرت امیر شریعت نے اپنے مخصوص سحر آفرین لہجے میں قرآن کریم کی اس آیت کریمہ کی تلاوت کی تو سامعین جھوم گئے۔

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ۔ (الجمعہ، آیت:۲)

اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات وہ ہے جس نے اُمّیوں میں اپنا رسول مبعوث فرمایا، ایک قراءت میں مِنْ اَنفُسِهِم ان ہی میں سے نفیس تر، عقل و فکر، تدبر، سوچ سمجھ کے اعتبار سے بھی نفیس ترین، جسم بھی نفیس تر اور خاندان بھی وہاں کا نفیس تر۔ قریش و بنی ہاشم اللہ نے اپنے رسول کو کس مقصد کی تکمیل کے لیے بھیجا یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ تاکہ ان لوگوں کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی آیات اور اس کا کلام سنائے وَیُزَكِّیْهِمْ اور ان کا تزکیۂ نفس کرے، ان کے ظاہر و باطن کی طہارت اور پاکیزگی کا اہتمام کرے، ان کے عقائد و نظریات درست کرے، کفر و شرک، نفاق، حسد، بغض، کینہ اور دوسری برائیوں کے کوڑھ کا علاج کرے۔ ان کے اخلاق، ان کے کردار، ان کی عادات، ان کے طور طریقے، درست کرے۔ انھیں کھانے پینے رہنے سہنے، اٹھنے بیٹھنے، ایک دوسرے سے معاملہ کرنے، ایک دوسرے کے ساتھ اخلاق و محبت کے ساتھ پیش آنے، اپنوں اور پرایوں کے ساتھ اچھے سلوک کا مظاہرہ کرنے، حتیٰ کہ جنگ و جدل اور لڑائی جھگڑے کے مرحلوں میں دشمنوں، کٹر مخالفوں کے ساتھ بھی رواداری اور رحم دلی کے ساتھ پیش آنے کی تعلیم دے، انھیں ایک بلند اخلاق انسان کے آداب زندگی سکھائے۔ انھیں حکمت و دانائی، عقل و شعور، فہم و ادراک کی راہ دکھائے، حضرت امیر شریعت نے وَ یُزَكِّیْهِمْ کا ترجمہ اور تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا رسول اس کا آخری پیغمبر مُزَکّی بھی ہے اور تالِ القرآن بھی، یعنی تلاوت قرآن کریم کے ساتھ ساتھ لوگوں کا ایسا تزکیہ کرتا ہے کہ ان کی سوچ، فکر، عقیدہ، نگاہ، ارادہ ہر چیز پاک صاف ہو جائے، انبیاء اور اللہ کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پوری کائنات انسانی سے ممیّز و ممتاز ہوتے ہیں، حضرت شاہ اسمٰعیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

’’انبیاء نوع دیگر اند و سائر بنی آدم نوع دیگر‘‘

کہ اللہ تعالیٰ کے نبی اور اس کے رسول نوع انسانی میں اپنی جداگانہ حیثیت کے مالک ہوتے ہیں اور عام لوگ

دوسری قسم اور حیثیت کے۔

## صوفیاء کرام، علماءِ دین بھی تھے:

انسانوں کی اصلاح، لوگوں کی بہتری اور بھلائی کی خاطر انبیاء و رسل بھی آئے، اور دین اسلام کی تعلیمات کے فروغ اور وسعت کے لیے صحابۂ کرام و تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بعد تبع تابعین، محدثین کرام، علماء و اولیاء اور صوفیاء بھی آئے، یہ صوفیاء اپنے دور کے بہت بڑے علماء بھی تھے، کون بے وقوف کہہ سکتا ہے کہ حضرت باقی باللہ، حضرت مجدد الف ثانی، حضرت معین الدین چشتی اجمیری، حضرت نظام الدین اولیاء، حضرت بختیار کاکی، حضرت خواجہ فرید، حضرت علی ہجویری، حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی حضرت شاہ رکن عالم رحمہم اللہ اور دیگر بزرگانِ دین اپنے دور کے علماء نہ تھے، ان کے علم و فضل اور ان کے بلند مرتبے کی بابت وہی بات کرے وہی لب کشائی کرے جو ان کے ہم پلہ اور ان کا ہم عصر ہو۔

آئے عشاق گئے وعدۂ فردا لے کر
اب انھیں ڈھونڈ چراغ رُخِ زیبا لے کر

## اسلام کی ترویج و اشاعت میں مدارس عربیہ کی خدمات:

مدارس عربیہ اور علماء نے کتنی محنت و مشقت کے ساتھ اسلام کی شمع روشن کیے رکھی، انھیں مُلا نے کہہ کر پکارا گیا، طعنے دیے گئے، ان پر ملازمتوں کے دروازے بند کیے گئے، انھیں بھوکا پیاسا رکھا گیا، جمعرات کو خصوصی طور سے در در بھیک مانگنے پر مجبور کیا گیا، روٹی کے خشک ٹکڑے، باجرے کی روٹی، آلو دال کھا کھا کر اور مسجدوں کے صحن میں جھاڑو دے کر، مسجد کی نالیاں صاف کر کے بھی اسلام کو سینے سے لگائے رکھا، اور دوسری طرف فرنگی نے اس سرزمین پر اپنا منحوس قدم رکھتے ہی پہلا کام یہ کیا کہ جن لوگوں نے ان سے وفاداری کا دم بھرا، جو بھی ان کے کاسہ لیس بنے ان کو بڑی بڑی جاگیروں کا بلاشرکت غیرے مالک بنایا گیا، دفتروں میں انھیں کرسی کے اعزاز کا مستحق ٹھہرایا گیا۔

پھر انھوں نے اپنے آقا و مربی انگریز کو خوش رکھنے کی خاطر اپنی اولاد کو انگریزی تعلیم سے بہرہ ور کیا اور اولاد کو مشن سکولوں میں داخل کرانے میں فخر محسوس کیا جانے لگا۔ عیسائی مشنری سکولوں کے ذریعے مسلمان بچے بچیوں کو اسلام سے برگشتہ کرنے کے ذرائع فراہم کیے گئے، ہائے کیا بتاؤں پھر یہاں پر کیا کچھ ہوا، اور اب بھی کیا کچھ ہو رہا ہے؟

یہ بڑے بڑے ہوٹلوں، کلبوں اور دیگر اداروں میں لڑکے لڑکیوں اور مردوں عورتوں کے مخلوط ناچ گانوں کی محفلوں میں کون شریک ہوتا ہے؟

مدرسوں کے مہتمم؟ دینی مدارس کے طالب علم؟ علماء کرام؟ مسجدوں کے امام و خطیب، مفتیان کرام؟

او بھلے مانسو! بتاؤ معاشرے کے بگاڑ، حالات کی خرابی، اخلاق و کردار کی بربادی، تباہی کا ذمہ دار کون ہے؟

یہ مدارس عربیہ؟ یا سکول و کالج اور تمہاری یونیورسٹیاں؟ اسلام کا نظامِ تعلیم یا فرنگی سامراج کا وضع کردہ نظام؟

کفر و شرک جہاں گیا...... جہاں کہیں اس کا قدم آیا انسانیت، شرافت اور حیاء کافور ہوتی گئی......

جاؤ! جا کر کلکتہ کے کالے مندر کو دیکھو! وہاں پر ''شو جی مہاراج'' بھی ہیں۔ تین سو ساٹھ آسن بھی......

اور اُن کی پوجا کرنے والوں میں بڑے بڑے سرمایہ دار، بڑے بڑے وکیل، بیرسٹر، وڈّوان...... کم وبیش تیس کروڑ انسان ان کے چنگل میں پھنسے ہوئے تھے، انہیں وہاں سے کون نکال کر لایا؟ کوئی جاگیر دار؟ کوئی سرمایہ دار وصنعت کار؟ کوئی بیرسٹر؟ یہی مُلّا لوگ تھے۔ یہی دین اسلام کی تعلیم کا اہتمام کرنے والے، یہی اسلام کی شمعیں جلانے والے۔ یہی علماء وصوفیاء، یہی اجمیریؒ وسرہندی، یہی محدثین دہلی، یہی ہجویریؒ اور یہی ملتانی و بھٹائی تھے جنھوں نے کفر وشرک کے سمندر میں ڈوبے ہوئے لوگوں کو اسلام کے ساحلِ نجات سے ہمکنار کیا۔

## اسلام آج مہمان ہے مگر......

حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے اپنے خطاب کے آخر میں فرمایا:

یہ درست ہے کہ اسلام آج اجنبی، غریب اور مہمان ہے، مگر ایک بات یاد رکھو! کہ یہ مہمان ہے بڑا وفادار...... یہ جس گھر میں آیا، بھیڑ بکریاں چرانے والوں اور اونٹوں کے راعیوں میں آیا تو انھیں دنیا بھر کے انسانوں کا راعی اور حکمران بنا دیا، یہ مہمان کمزوروں اور ضعیفوں میں آیا تو انہیں ناقابلِ تسخیر سپہ سالار اور فاتح بنا دیا، مالداروں میں تو ابوبکر وعمر اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم ہوگئے کہ سب کچھ اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر نثار کرنے والے ہوگئے۔ بچوں میں آیا تو علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہوگئے، غلاموں میں آیا تو زید بن حارثہ اور بلال حبشی رضی اللہ عنہما ہوگئے کہ حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم معراج کے موقع پر آسمانوں میں اس کے پاؤں کے آہٹ سنتے ہیں، یہ غریبوں اور بے کسوں میں آیا تو ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نظر آتے ہیں، علم وفضل والوں کے ہاں دیکھئے تو ابن عباس اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما جیسی بلند مرتبہ شخصیات نمودار ہوئیں۔ جس ملک اور جس خطے میں یہ مہمان گیا نقشہ تبدیل کر کے رکھ دیا، یہ مصر، یہ مراکش، یہ ہسپانیہ اور دوسرے ممالک اسی کے فیض یافتہ، اسی کے مرہونِ منت اور اسی مہمان کے اثرات اور اسی کے ثمرات ہیں:

من نقشِ خطت دیدم من عکسِ رُخت دیدم
در باغ و گلستانہا، در بادہ و ساغرہم

اسلام جہاں نہیں پہنچا۔ اس کا جہاں سے گزر نہیں ہوا...... وہ آج تک تاریکیوں میں ڈوبے ہوئے ہیں، وہ لوگ اخلاقی بے راہ روی، اور روحانی کوڑھ میں مبتلا جاں کنی کے عالم میں ہیں

دیکھ لو! آج ہر جگہ انسانیت دم توڑ رہی ہے، سسک رہی ہے، فتنہ وفساد، بے چینی اور اضطراب نے ہر خطۂ زمین پر ڈیرے جمالیے ہیں، ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ خشکی اور سمندروں میں ہر جگہ فساد ہی فساد برپا ہے۔ میرا ایمان ہے میرا یقین ہے، کہ آج بھی دنیا اسلام کو اگر وہی مقام عطا کردے اسے مہمان بنالے تو آج بھی کایا پلٹ سکتی ہے، اے مدرسے والو! اے طالب علمو! تم لوگوں نے جس طرح آج تک اسلام کو سینے سے لگا کے رکھا ہے، اسے سنبھالے رکھو۔ کیا ہوا اگر آج تہذیب فرنگ کی چمک اور دنیا پرست لوگوں کی ادھر توجہ نہیں، وہ ہر چمکیلی چیز کو سونا سمجھ رہے ہیں حالانکہ ہر چمکنے والی چیز سونا نہیں ہوتی۔

نہ ہر کہ چہرہ بر افروخت دلبری داند
نہ ہر کہ آئینہ سازد سکندری داند

لوگوں کا کیا ہے جس کے حصہ اسفل میں راکھ لگی دیکھتے ہیں اسے ولی سمجھنے لگتے ہیں۔

نہ ہر کہ مُو بترا شد قلندری داند

ایک وقت آئے گا کھرے کھوٹے کی انہیں ضرور پہچان ہوجائے گی، تم اس مال کو سنبھال کے رکھو۔ تم قال اللہ اورقال الرسول کی شمع جلائے رکھو۔ کوئی ایک اللہ والا آ گیا تو کایا پلٹ جائے گی۔

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
جو ہو ذوقِ یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

سلسلۂ تعلیم جاری رکھو، تعلیم روپے اور ملازمت کے لیے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی، اس کی خوشنودی اور اسلام کی خاطر ہونی چاہیے۔ تعلیم روپے کی خاطر نہ ہو، روپیہ تعلیم کی خاطر ہو، دینی تعلیم کے ان مدارس کو آباد رکھو۔ اگر ان کا وجود نہ ہوتا تو آج دین اسلام کی تعلیمات سے ہم آشنا نہ رہتے، انھی مدرسوں سے ہمیں یہ تعلیم ملی کہ عقیدۂ ختم نبوّت کیا ہے؟ قرآن حکیم کیا ہے؟ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات قرآن کریم ہی ہے۔ دونوں لازم وملزوم ہیں۔ ایک کو دوسرے سے جدا نہیں کیا جاسکتا۔ ورنہ پلے کچھ نہ رہے گا، اگر نبوّت ورسالت کا کروڑواں حصہ بھی ختم کردیا جائے تو دین باقی نہیں رہ سکتا۔

پھر حضرت امیر شریعت نے لَا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ اور لَا نبیّ بعدی کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمارا وجود ان دونوں کے درمیان ہے، ایک طرف لَا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ ہے اور دوسری جانب لَا نبیّ بعدی ہے، ان دونوں سے ہماری حفاظت ہے، ایک چیز بھی علیحدہ ہوگئی تو اُمّتِ مسلمہ کا وجود باقی نہیں رہتا، نہ لَا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ کو الگ کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تاجِ ختم نبوّت لَا نبیّ بعدی کو۔

حضرت امیر شریعت نے تقریر کے آخر میں قرآن کریم کی آیت کریمہ اپنے مخصوص حجازی لہجے میں تلاوت کی،

قُلْ یٰاَیُّھَاالنَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا.

اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم پوری کائنات انسانی کو کہہ دیجیے کہ میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اس آیت کریمہ میں اَیُّھَا النَّاس ہے۔ اے انسانو! اے آدمیو! جہاں کہیں انسان بستے ہیں، جہاں کہیں آدمی آباد ہیں، ان سب کے لیے حضور رحمۃ للعٰلمین، سیّدِ ولد آدم محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی اور رسول ہیں۔ اب کسی بھی کذاب ودجال اور جھوٹے کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی ہے۔

میں تو قرآن کریم کا مبلّغ ہوں، عقیدۂ ختم نبوّت بیان کرنے پر پابندی عائد کرنے والوں کو سوچنا چاہیے کہ وہ قرآنی تعلیمات پر پابندی لگانا چاہتے ہیں۔ یہ ہرگز نہ ہوسکے گا، قرآن کریم کی حفاظت تو اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمے لے رکھی ہے، ختم نبوّت کا عقیدہ بیان کرنے سے روکنے والو! سن لو تم خود مٹ جاؤ گے، تمھارا نام ونشان باقی نہ رہے گا لیکن قرآن کریم، اسلام اور عقیدۂ ختم نبوّت ہمیشہ قائم ودائم اور زندہ وتابندہ رہے گا۔

یہ مدارس آباد وشاد رہیں، ان سے دین کا پیغام بلند ہوتا رہے گا اور دنیا کی کوئی طاقت، کوئی حکومت ان کو نہیں مٹا سکتی۔ دینی مدارس کو مٹانے والے خود مٹ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ انھیں نشانِ عبرت بنادیں گے۔ ان شاء اللہ۔

وَ آخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن.